مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانی

کمیٹی کی مروجہ صورتوں کا شرعی حکم

زیر بحث موضوع کے حوالے سے اہل علم کے مابین اختلاف موجود ہے۔ ذیل میں مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب کا نقطہ نظر پیش کیا جا رہا ہے۔ ادارہ کا اس کے تمام نکات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

یایها الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلم رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون○ (سورہ مائدہ آیت ۹۰)

"ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے گندگی ہیں، شیطان کا کام ہے، ان سے اجتناب کرو تا کہ تمہیں فلاح حاصل ہو"

امام ابوبکر احمد جصاص رازیؒ (متوفی ۳۷۰ھ) جوئے کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اہل علم کی ایک جماعت نے قمار کی جملہ اقسام کو میسر قرار دیا ہے۔ یہ لفظ تیسیر سے مشتق ہے، بمعنی آسان کرنا۔ اہل عرب اونٹ ذبح کر کے جب اس کے حصے بنا لیتے تھے تو اس کی تقسیم میں جوئے سے کام لیتے تھے۔ اس کو تقسیم کا بہتر اور آسان طریقہ خیال کرتے تھے۔ چند تیروں کو اپنی وضع کردہ اصلاح کے مطابق ادھر ادھر چلاتے۔ جس کا تیر نکل آتا اور اس پر جو علامت ہوتی، اتنا حصہ اسے مل جاتا۔ کبھی کسی کا تیر پھڑپھڑاتا ہوا جاتا تو اسے کچھ نہ ملتا اور دوسرا شخص کامیاب ہو جاتا اور اپنے حصہ سے بھی زیادہ لے لیتا اور اس کا دارومدار ایک دوسرے کو فکر اور اندیشے کی بنا پر مال کا مالک بنا دینا ہوتا ہے۔ ہر شخص نتائج سے قبل ایک فکر میں مبتلا ہوتا ہے کہ اسے کیا ملے گا۔ کم، زیادہ یا صفر کے درجہ میں ہو گا، اس میں اس کی محنت، عمل اور شرکت معاملہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ جو اضافی رقم اس کو ملی ہے، وہ اس کی محنت اور سعی کا صلہ نہیں ہے بلکہ یہ رقم عقد اور معاملہ میں اس شرط کے باعث حاصل ہوئی ہے کہ اس سے قبل اس شرط کا وجود اور عدم ہر شریک کے لیے خطرے اور تشویش کا موجب ہے۔

(احکام القرآن جلد ۲ ص ۴۶۵)

مروجہ بیعانہ کا حکم

بیع و شرا کے عقد اور معاملات میں جہاں جس کی ایک شق میں بھی تردد اور خطرہ پایا جاتا ہو، بجائے فائدہ کے نقصان کا اندیشہ لاحق ہو۔ اس میں نقصان کی اس شرط کو ملحوظ رکھا گیا ہو کہ فریقین اس سودے پر مقررہ میعاد تک رضامند ہو جائیں تو فبہا ورنہ اگر مشتری اس سودے کو مسترد کر دے تو بطور تاوان اس کی رقم ضبط کر لی جائے گی، اور اگر بائع کو منظور نہ ہو تو بیعانہ سے دوگنی رقم کا ادا کرنا اس پر لازم ہو گا"

اس شرط کی وجہ سے یہ عقد باطل ہے، اس تردد اور اندیشہ کے اختلاط سے ساری محنت اکارت ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کا بیع عربان سے منع کرنا ہی اسی مقصد پر مبنی ہے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عربان نامی بیع سے نہی فرمائی ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں (واللہ اعلم) ہمارے ہاں اس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص غلام یا لونڈی خرید کرتا ہے یا کرایہ پر سواری کے متعلق بات طے کر لیتا ہے پھر جس سے سامان خریدا ہے اس کو یا سواری کے مالک کو کہتا ہے میں تمہیں ایک دینار یا درہم یا اس سے کم وبیش رقم دیتا ہوں اس شرط پر کہ اگر میں نے سامان اٹھا لیا اور کرایہ کی سواری پر سواری کر لی تو یہ رقم سامان کی قیمت یا سواری کے کرایہ میں شمار ہو گی اور اگر میں نے سامان کی خریداری اور جانور کی سواری چھوڑ دی تو پیشگی رقم جو میں نے جمع کرائی ہے، وہ تیری ہے تو یہ عقد باطل ہے" (زرقانی جلد ۳ ص ۹۴، ۹۵)

نیل الاوطار میں علامہ شوکانیؒ بیع عربان میں نہی کی علت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

"عربان نامی بیع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے روکا ہے کہ اس میں دو فاسد شرطیں پائی جاتی ہیں۔ خریدار اگر سودا چھوڑ دیتا ہے تو شرط کی وجہ سے اس کی پیشگی رقم مفت میں گئی اور بیچنے والا رضامند نہ ہو تو بطور شرط کے اسے دگنا دینا پڑتا ہے"

اس بیع میں جوا اور ربا دونوں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ پہلی صورت میں مشتری کی رقم ضائع ہوئی، بائع کو بیع کے ساتھ کچھ اور بھی مل گیا، یہ ربا ہے۔ دوسری صورت میں مشتری کو پیشگی رقم کی واپسی کے ساتھ اتنی رقم اور بھی مل گئی۔ اور مقررہ مدت کی آمد سے پہلے معلوم نہیں تھا۔ ہر شخص تاوان سے ہراساں تھا اور انعام کی فکر میں تھا کہ تاوان کس پر پڑتا ہے۔ یہ بعینہ قمار ہے۔

ان اصولی اور تمہیدی کلمات کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

مروجہ کمیٹی کی چند صورتیں اور ان کا شرعی محاسبہ

اس وقت ہمارے معاشرے میں کمیٹی نے بڑا رواج پایا ہے۔ یہ

دراصل قرضے کا اشتراک ہوتا ہے۔ چند افراد مل کر یہ طے کر لیتے ہیں کہ اتنی مدت تک کے لیے کھاتہ میں ہر شریک مقررہ رقم جمع کرائے گا۔ پھر حسب شرائط قرعہ سے یا بغیر قرعہ کے جمع شدہ رقم تقسیم کی جاتی ہے اور کل رقم ایک شخص کو دی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس یکے بعد دیگرے سب کے سب شرکاء اس عقد سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور یک مشت اتنی خطیر رقم سے انسان اپنی اہم ضرورت پوری کر سکتا ہے۔

کمیٹی کی چند صورتیں!

(۱) دس اشخاص دس دس ہزار روپے کی شرکت سے ایک لاکھ روپے جمع کر لیتے ہیں اور حسب معاہدہ ساری رقم ایک شخص لے لیتا ہے۔ اب اس کے پاس اپنی رقم کے علاوہ نوے ہزار روپے اضافی جمع ہو گئے' غور طلب بات یہ ہے کہ یہ اضافی رقم جو اس کو پیشگی حاصل ہوئی ہے' اس نے اس کا کون سا معاوضہ ادا کیا ہے؟ ہاں شرکاء نے آپس میں اپنی اپنی باری میں ایک دوسرے کو قرض دینے کا جو عہد کیا ہے' یہ اضافی رقم اس کی مرہون منت ہے۔ کمیٹی کی یہ وہ صورت تھی جس میں مالک کی اصل رقم میں کمی بیشی نہیں ہوئی۔ نمبروار فائدہ اٹھانے میں تقدیم و تاخیر واقع ہو گئی ہے۔ کمیٹی کی اس صورت میں شرعاً چار خرابیاں ہیں جن کی تفصیل کمیٹی کی جملہ صورتوں پر تبصرہ کے عنوان سے آپ مطالعہ کریں گے۔

(۲) لاکھ روپے کی اس کمیٹی میں اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے لاکھ روپے کی بجائے پچانوے ہزار روپے فی الفور دے دیے جائیں جیسا کہ رائج ہے تو اس صورت میں اس پانچ ہزار روپے کے عوض کیٹی خرید لی اور ساری رقم سے فائدہ اٹھا لیا۔ لیکن پانچ ہزار روپے کی کمی کے باعث یہ نقصان میں رہا اور دوسروں کو اس پانچ ہزار میں سے اضافی روپے مل گئے۔ ایسی صورت میں شریعت کی دونوں شقوں کی خلاف ورزی کی گئی۔ یعنی رقم کا پیشگی مل جانا اور ادھار میں کمی بیشی کرنا۔

نوٹ: اس طریقہ کار سے اتنی بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ کمیٹی کی ساری رقم سے پہلے فائدہ اٹھانا بڑی منفعت کی چیز ہے۔ اگر یہ فائدے کی اور قیمتی چیز نہ ہوتی تو کچھ عرصہ بعد ملنے والی رقم کو یہ شخص پانچ ہزار روپے کے عوض نہ خریدتا۔ ادھار میں کمی کر کے اسے جلدی وصول کرنے کو شریعت مقدسہ نے ربا کہا گیا ہے۔

۱۔ عبد اللہ عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کا دوسرے پر معیاری قرض ہے۔ صاحب حق اپنے قرض میں سے اس شرط پر کچھ چھوڑ دے تا کہ دوسرا اسے جلدی ادا کرے تو انھوں نے اسے ناپسند کیا اور منع فرمایا۔ (موطا امام مالک ص ۲۷۹)

۲۔ زید بن اسلمؒ کہتے ہیں دور جاہلیت میں ربا یہ ہوتا تھا کہ جب قرض کی میعاد پوری ہوتی تو قرض خواہ قرضدار سے کہتا تھا کہ ادا کرنا چاہتا ہے یا ربا دینا چاہتا ہے؟ اگر وہ ادا کر دیتا تو فبہا ورنہ مالک قرض میں اضافہ کر کے میعاد بڑھا دیتا۔ (موطا امام مالکؒ ص ۲۷۹)

۳۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں جس صورت میں مالک اپنے حق کا کچھ حصہ قرضدار کے جلدی ادا کرنے کے باعث چھوڑ دیتا ہے' ربا جاہلیت کے قائم مقام ہے۔ یہ بھی بعینہ ربا ہے جس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ (موطا امام مالکؒ ص ۲۷۹)

(۳) کمیٹی کی تیسری صورت یہ ہے کہ سو آدمی کمیٹی میں شرکت کرتے ہیں اور اس میں طے پاتا ہے کہ جن چالیس آدمیوں کا قرعہ پہلے نکلے گا ان کو بالترتیب ایک مخصوص حصہ دے کر فارغ کر دیا جائے گا۔ یہ لوگ فائدے میں رہے۔ اس کے بعد کمیٹی کا ذمہ دار شخص ساٹھ آدمیوں کو ان کی جمع شدہ رقم کی مقدار فی الفور ادا کر دے گا۔ اس میں کمیٹی جمع کرنے والا شخص کافی پیسے کما لیتا ہے۔

اس شکل میں تین واضح خرابیاں ہیں۔

۱۔ چالیس آدمیوں کو اضافی رقم کا ملنا

۲۔ رقم کا پیشگی مل جانا

۳۔ قرعہ اندازی سے اپنی قسمت کا فیصلہ کرنا

نوٹ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرعہ اندازی کو شرعاً" تسلیم کیا گیا ہے اور اس کے ذریعے سے جو چیز حاصل ہو' وہ جائز اور حلال ہونی چاہیے' لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم قرعہ اندازی کی صحیح صورت حال پر بحث کر کے اس کی شرعی حیثیت واضح کریں۔

ایسی قرعہ اندازی جس میں قرعہ ڈالنے والوں کے حقوق مساوی نہ ہوں اور صرف قرعہ کی بنیاد پر ان کا حق تسلیم کیا جائے' قمار اور جوا کہلاتا ہے۔ مشرکین مکہ جوئے کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرتے تھے جسے قرآن مجید نے ناپاک شیطانی عمل کہا ہے۔ امام ابوبکر حصاص رازیؒ فرماتے ہیں

"حقوق میں قرعہ اندازی کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ قرعہ اندازی میں شریک تمام لوگوں کو ایک شریک کو حق دینے پر رضامند کرنا' دراں حالیکہ اس ایک شریک کا حصہ باقی سے کم نہ ہو مثلاً عورتوں کی باری کی تقسیم اور قاضی کے پاس پہلے مقدمہ لے جانے میں قرعہ اندازی۔ اور دوسرا معنی اس قرعہ اندازی میں ہے جو ان غلاموں کے درمیان ہو جنہیں مریض آدمی آزاد کرے اور اس آدمی کا غلاموں کے سوا کوئی مال نہ ہو جیسا کہ شوافع کہتے ہیں" (احکام القرآن ج ۲ ص ۳۶۵)

جیسے وہ قرض جس میں اضافہ کی شرط ہو' ربا ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں ہے' اسی طرح ہر وہ قرض جو حصول منفعت کا ذریعہ ہو یا وہ قرض جو مشروط ہو یعنی اس شرط پر قرض دیتا کہ قرض دار بھی قرض خواہ کو دوبارہ قرض دے گا' اس کا ذکر حدیث میں اس طرح سے ہے۔

کل قرض جر منفعة فهو ربا (اعلاء السنن ج ۱۴ ص ۳۹۸' ۳۹۹)

یہ حدیث اگرچہ خبر آحاد میں سے ہے لیکن امت میں تلقی بالقبول کے باعث متواتر المعنی شمار ہوتی ہے۔ اس حدیث کی شرح و تفسیر میں متعدد اقوال ذکر کیے گئے ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

۱۔ علامہ ابن حزم محلیٰ لکھتے ہیں کہ کسی کو اس شرط پر قرض دینا کہ وہ قرض سے کم واپس کرے یا اس سے زائد یا کسی اور نوع سے اس کی واپسی کرے، حلال نہیں ہے۔ صرف اس قدر اور اس قرض کی نوع سے واپسی درست ہے۔ یہ حکم اجماع قطعی سے ثابت ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۴ ص ۴۶۸، ۴۶۷)

۲۔ موفقؒ نے مغنی میں لکھا ہے کہ جس قرض میں زیادتی کی شرط لگائی جائے تو بلا اختلاف حرام ہے۔ اس کے بعد موفقؒ نے متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔ ابن منذر کے مطابق

(الف) قرض خواہ اگر قرضدار پر زیادتی یا ہدیہ کی پیشگی شرط عائد کر کے قرض دے تو اس زیادتی اور ہدیہ کا لینا ربا ہوگا۔

(ب) ابی بن کعبؓ ابن عباسؓ ابن مسعودؓ نے ایسے قرض سے منع فرمایا ہے جو جلب منفعت کا باعث ہو کیونکہ کسی حاجت مند کو قرض دینا احسان اور حسن سلوک کی مد میں آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ جب کوئی شخص قرض میں زیادتی کی شرط لگاتا ہے تو اس کو اپنے اصل موضوع سے خارج کر دیتا ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۱۴ ص ۴۶۷، ۴۶۸)

ان عبارتوں میں جس شرط کا ذکر ہے، وہ دو طرح کی ہے۔ ایک وہ شرط جس میں برابر کا نفع ہوتا ہے یعنی اس شرط کی وجہ سے قرض خواہ کو اگر زائد فائدہ حاصل ہوتا ہے تو قرضدار بھی فائدہ حاصل کیے بغیر نہیں رہتا، جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

"اس شرط پر کہ وہ اس کو اپنا مکان کرایہ پر دے گا یا اس کو کوئی چیز فروخت کرے گا یا یہ کہ قرضدار بھی قرض خواہ کو دوسری دفعہ قرض دے گا، یہ سب صورتیں ناجائز ہیں۔" (اعلاء السنن ج ۱۴ ص ۴۹۹)

دوسری وہ شرط جس میں صرف قرض خواہ کا فائدہ ہو اور قرضدار کا نقصان ہو تو ظاہر ہے کہ اس کی حرمت اس پہلی شرط کی حرمت کی نسبت زیادہ ہوگی۔

"اور اگر یہ شرط قرار پائی کہ قرضدار اپنا مکان قرض خواہ کو کم کرائے پر دے گا یا قرضدار قرض خواہ کا مکان معمول سے زیادہ کرائے پر لے گا یا وہ اس کو ہدیہ دے گا یا اس کا کوئی کام کرے گا تو یہ حد درجہ حرام ہے۔" (حوالہ مذکور)

سلسلہ شرائط میں امام سرخسیؒ بطور قول فیصل ارشاد فرماتے ہیں۔

"حدیث مذکور (یعنی کل شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل) میں اس امر کی دلیل ہے کہ صلح میں ایسی شرط لگائی جائے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مخالف نہ ہو۔ جو شرط اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہوگی، اس کا لگانا جائز نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہر وہ مشروط جس کا ذکر کتاب اللہ تعالیٰ میں نہیں ہے، وہ باطل ہے اگرچہ اس قسم کی سو شرائط ہی کیوں نہ ہوں۔ یہاں کتاب اللہ سے مراد حکم اللہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم جیسا کہ آیت کتاب اللہ علیکم میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا تم پر حکم ہے۔" (المبسوط للسرخسیؒ جلد ۲۰ ص ۱۳۸)

کمیٹی کی جملہ صورتوں پر تبصرہ

مندرجہ ذیل بالا دلائل اور تشریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مروجہ کمیٹی کی مختلف صورتوں میں شرعی نقطہ نظر سے چند خرابیاں پائی جاتی ہیں

(۱) اس رقم کے علاوہ اضافی رقم کا پیشگی حاصل ہو جانا اور اس سے نفع اٹھانا جو کہ ربا ہے۔

(۲) قرعہ اندازی کے ذریعے تقسیم کرنا، جب کہ ہر شخص کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ میرا قرعہ پہلے نکلے اور یہ جوئے کی ایک قسم ہے۔

(۳) قرض مشروط یعنی قرض کے ساتھ یہ شرط لگانا کہ دوسری مرتبہ قرضدار بھی قرض خواہ کو قرض دے گا۔ ایسی صورت میں قرض تبرع اور احسان کی مد سے نکل کر معاملہ اور سود کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(۴) شرعی اعتبار سے کمیٹی میں قرض نے جب اپنی اصل وضع سے خارج ہو کر عقد اور بیع کی شکل اختیار کر لی ہے تو لازم ہے کہ نقدی دین ایک مجلس میں ہونا چاہیے کیونکہ سونے اور چاندی میں کمی بیشی اور ادھار ربا ہے حالانکہ کمیٹی کا کھاتہ ادھار پر چلتا ہے۔

(۵) کمیٹی میں جمع کردہ رقم میں کمی بیشی کرنا اور قرعہ میں پہلے آنے والے ناموں کی ایک خاص مقدار کو جنہوں نے چند ایک اقساط جمع کرائی ہوں، ان کو کمیٹی کی پوری رقم دے کر آئندہ اقساط جمع کرانے سے مستثنیٰ قرار دینا، یہ دونوں صورتیں عین ربا ہیں اور قمار میں داخل ہیں۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ قرض تعاون کی ایک صورت ہے اور کمیٹی جمع کرنے والا اس مجموعہ رقم کا امین ہے اور قرض میں تقابض فی المجلس شرط نہیں ہے لہٰذا یہ لین دین جائز ہے لیکن ان حضرات نے قرض اور عقد میں فرق نہیں کیا۔ قرض تو محض ایک تبرع اور احسان ہوتا ہے اور کمیٹی میں قرض کے عوض قرض بطور شرط کے ہوتا ہے تو یہ ایک معاملہ ہوا۔ معاملات شرعیہ میں مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ محض الفاظ کا۔

کمیٹی جمع کرنیوالا اس معنی میں امین ہوتا ہے کہ آفات سماوی سے تلف ہونے والی رقم کا اس کو تاوان نہیں اٹھانا پڑتا۔ لیکن اس کے ساتھ وہ معاملہ شریک بھی ہوتا ہے۔ اور اس امانت میں وہ کمیٹی کی جملہ شرائط کا پابند ہوتا ہے۔ بغیر رضامندی جملہ شرکاء کے وہ عند الطلب کسی ایک کے لیے قرض کی واپسی کا ذمہ نہیں اٹھاتا نیز امانت برائے حفاظت ہوتی ہے نہ کہ حصول نفع کے لیے اور یہاں کمیٹی میں شریک شخص کو امین منتخب کیا

جاتا ہے جو اس امانت میں حصہ دار ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قرض میں تقابض فی المجلس شرط نہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ ایک خاص مدت تک دیے گئے قرض میں مدت کا شرعاً" اعتبار نہیں ہوتا کہ اگر کسی شخص کو قرض دیا تو وہ مقررہ مدت سے پہلے بھی طلب کر سکتا ہے اور کمیٹی میں تو مدت مقررہ کی شرط لگائی جاتی ہے۔ اس مدت سے پہلے قرض خواہ قرض طلب نہیں کر سکتا۔ جب ثابت ہوا کہ قرض کسی شرط کو قبول نہیں کرتا اور یہاں مدت کی شرط کمیٹی کی اصل غرض ہے تو کمیٹی کے معاملہ کو قرض پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ نیز کمیٹی جمع کرنے والا دوسرے ہر ایک فرد کو اس صرف اپنی رقم واپس نہیں کرتا بلکہ حسب ضابطہ ہر فریق کی باری میں اس کے قرض کے ساتھ دوسرے شرکاء کی جمع شدہ اضافی رقم بھی واپس کرتا ہے اور یہ اس کے فرائض میں داخل ہے۔ اور قرض میں عند الطلب قرض کی رقم ادا کی جاتی ہے نہ کہ زیادہ۔

قرض میں امانت کی صورت تو یہ تھی کہ ایک شخص کسی کے پاس مختلف اقساط جمع کراتا ہے اور جب اتنی بڑی رقم جمع ہو جاتی ہے تو وہ اپنی ضرورت کے لیے اسے کام میں لاتا ہے۔

قرض میں منفعت کی ایک دو خرابیوں کی نشاندہی

ہمارے ہاں قرض کے ذریعے منافع حاصل کرنے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ مالک دوکان کرایہ دار کو قرض کی شرط پر دکان کرایہ پر دیتا ہے۔ مالک جب تک وہ قرض واپس نہیں کرتا' کرایہ دار سے دکان خالی نہیں کرا سکتا اور قرض کی وجہ سے کرایہ میں بھی تخفیف ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں پگڑی کا سسٹم چلتا ہے۔ ترقی کے اس دور میں پگڑی نے مختلف شکلیں اختیار کر لی ہیں۔ کرایہ دار کی منتقلی کے وقت اس میں بولی ہوتی ہے۔ بجائے خود یہ ایک مستقل کاروبار بن گیا ہے۔ دوسرے کرایہ دار پگڑی کی رقم جمع کراتا ہے جس سے پہلے کرایہ دار کو بھی اس پگڑی کے فروخت کرنے میں منافع کا موقع ملتا ہے۔ ساتھ ہی کرائے میں اضافہ ہو جاتا ہے جس سے مالک کو دو طرفہ فائدہ ہوتا ہے۔ دیکھئے کرایہ بشرط قرض کی ایک خرابی سے کتنی خرابیاں پیدا ہوتی چلی گئیں۔

ایسے ہی زمیندار کو مزارع بھی اس منصوبہ کے تحت قرض دے دیتا ہے۔ جب تک قرض واپس نہ ہوگا' اس وقت تک یہ زمین پر قابض رہے گا۔ شرح بٹائی بھی عام معمول سے زمیندار کم لے گا۔ مزارع کو یہ رعائتیں قرض کے باعث حاصل ہوتی ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں جو سمجھا تھا' وہ یہی کہ قرض سے اس قسم کے فوائد حاصل کرنا ربا میں داخل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ

"میں مدینہ آیا اور عبد اللہ بن سلام کو ملا۔ کہا میرے پاس کیوں نہیں آئے میں تجھے ستو پلاتا' خاص کھجوریں کھلاتا اور تو میرے گھر میں داخل ہوتا۔ (جس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تھے) پھر فرمایا کہ تو ایسی سرزمین میں رہتا ہے جہاں ظاہر وباہر ربا کا کاروبار ہوتا ہے جب تیرا کسی پر قرض ہو' وہ تجھے بطور ہدیہ بھوسہ' جو یا گھاس کی گانٹھ دینا چاہے تو مت لینا کہ یہ ربا میں داخل ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۳۸)

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

☆ بقیہ : بینک کا سود ☆

مشکل بھی دور ہو سکتی ہے اور بد دیانتی کا سد باب بھی ہو سکتا ہے' اس کے لیے ٹیکس کے نظام کو بھی قابل برداشت بنانا ہوگا' یہ انقلابی اقدامات اگرچہ بیش بہا قربانیوں کا تقاضا کرتے ہیں' لیکن اس کے بغیر ہمارے لیے چارہ کار بھی کوئی نہیں ہے' اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے ہولناک نتائج اور دنیا و آخرت کی ذلت سے بچنے کے لیے ہمیں سودی نظام کو بہرحال خیرباد کہنا ہوگا' تابع فرمان بندہ اپنے خالق و مالک کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے' حکم خداوندی کے آگے عقل چلانا بندگی کا شیوہ نہیں ہوتا۔ غیر مسلم اقوام پر عذاب نازل نہ ہونا ہرگز اس بات کی دلیل نہیں کہ سود جائز ہے۔ ان کے خلاف جہاد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کفر نعوذ باللہ اس لیے برحق ہے کہ وہ مادی طاقتوں سے لیس ہے اور اس کے پیروکار زیادہ ہیں تو اس منطق پر کیا کوئی صحیح العقیدہ مسلمان ایمان سے دستبردار ہو جانا پسند کرے گا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اصلاح احوال کی کوشش کرنی چاہیے۔ ڈھٹائی بہت خطرناک بات ہے۔

سود کا تاریخی مقدمہ چونکہ اس وقت سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے' اس لیے سود کے بارے میں درست معلومات حاصل کرنے کے لیے باشعور مسلمانوں میں نیک جذبہ محسوس کیا جا رہا ہے' اس موضوع پر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کی محققانہ تصانیف' تفسیر معارف القرآن' مسئلہ سود' اسلام کا نظام تقسیم دولت اور بیمہ زندگی وغیرہ کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ مفتی صاحب مرحوم کے مایہ ناز فرزند اور فاضل جانشین' جسٹس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی (جج شریعت اپیلٹ بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان) کی محققانہ تالیفات "ISLAMIC FINANCE" ' اسلام اور جدید معیشت وتجارت' فقہی مقالات (تین جلدیں)' تکملہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم سے بھی معاملات کی نت نئی صورتوں کے بارے میں بے بہا علمی و فکری رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ نامور مصنف جناب سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی دلچسپ تالیف "سود" میں بھی سودی نظام کے معاشی اور مادی نقصانات کا جائزہ انتہائی دل نشین انداز میں لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی فہم سلیم عطا فرمائے اور عمل مستقیم کی توفیق سے ہمارا مستقبل روشن فرمائے۔